ہر شخص اپنے نشۂ عمل میں گرفتار ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

ہر شخص اپنے نشۂ عمل میں گرفتار ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

جملہ حقوق بحق تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	ہر شخص اپنے نشۂ عمل میں گرفتار ہے
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	ضیاء نیر
پروف ریڈنگ	:	عبدالجبار قمر
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت ریسرچ انسٹیٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اشاعت اول	:	فروری 1991ء (2200)
اشاعت دوم	:	اگست 1992ء (2000)
اشاعت سوم تا ہفتم	:	مئی 1995ء تا جون 2007ء (7300)
اشاعت ہشتم	:	فروری 2008ء (1100)
اشاعت نہم	:	مارچ 2010ء
تعداد	:	2200
قیمت	:	-/20 روپے

ISBN 969-32-0084-5

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریک منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ

وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی ۔ ۱) ۴-۱/۸۰ پی آئی وی، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۲۰-۴-۸۷ جنرل وایم ۴/۰-۹۷۰-۳-۷، مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء شمال مغربی سرحدی صوبہ حکومت کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این ۔ ۱/ اے ڈی (لائبریری)، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت/ انتظامیہ ۲۳-۸۰۶۱/۹۲، مورخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں کے تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	حسن نیت کا ثواب	۹
۲	مومن کی پہچان کا خاص نقطہ	۱۰
۳	نشہ سرورِ رفتہ کی بازیابی کی خواہش	۱۱
۴	نشۂ عمل کی کیفیات	۱۲
۵	نشۂ عشق الٰہی	۱۳
۶	نشۂ عشق کی ارتقائی کیفیت	۱۴
۷	دنیاوی نشوں اور عشقِ الٰہی کے نشے کا تقابل	۱۴
۸	حرمتِ شراب کے تدریجی حکم کی حکمت	۱۷
۹	قدح خوار مے الفت کی رہائی کیسی؟	۱۹
۱۰	نشۂ عشق مصطفوی ﷺ میں صحابہ کرام کی وارفتگی	۲۱
۱۱	خواجہ اویس قرنیؓ کا نشۂ عشق	۲۲

ابتدائیہ

شب بیداری کے تربیتی و روحانی اجتماع میں قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے انتہائی مؤثر، فکر انگیز اور روح پرور خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے عشقِ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے نشے کی کیف و مستی کو بیان فرمایا اور دنیاوی نشوں کی حیثیت بڑے منطقی انداز میں بیان فرمائی۔ اس کتابچے کو پڑھ کر قاری نشۂ عشقِ الٰہی اور نشۂ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا اور جو دنیاوی نشوں کی لذتوں میں مگن ہے تو اس کو اگر حقیقی نشے کی لذت چکھا دی جائے تو وہ دنیاوی نشوں کے قریب بھی نہ جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن نیت کا ثواب

یوں تو دنیاوی اعتبار سے جائز مقاصد کے لئے کیا گیا ہر سفر وسیلہ ظفر تو ہوتا ہی ہے، لیکن وہ سفر جو خالصتاً رضائے الٰہی کی خاطر گھربار کا آرام، بیوی بچوں کی سنگت اور اپنے کاروبار کو چھوڑ کر کیا گیا ہو، اس کا ارادہ اور نیت ہی اسے مقبول عبادت کے زمرے میں شامل کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس مبارک سفر کا ایک ایک لمحہ اللہ رب العزت کے ہاں اس درجہ قدر و منزلت اور پذیرائی کا حامل ہے کہ نیت کرنے سے پایہ تکمیل کو پہنچنے تک اس کا ثواب دائم جاری و ساری رہتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بعض حال مست بندے ایسے بھی ہیں کہ جب وہ یاد الٰہی کے مشاغل سے فراغت پانے کے بعد سونے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی خدمت پر ایسے فرشتے مامور فرما دیتے ہیں، جو ان کی بیداری تک ان کے لئے دعائیں مانگتے رہتے ہیں اور یوں ان کی حالتِ خواب کا ہر لمحہ نیکی اور عبادت میں بسر ہوتا ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ محض نیکی کی نیت کر لینے سے ہی نیکی کے عملاً ظہور ہونے تک اس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ اس دوران اگر قضائے الٰہی سے کسی کی موت واقع ہو جائے تو نیکی کے

لئے کی گئی نیت کا ثواب اسے ضرور ملے گا۔

مومن کی پہچان کا خاص نکتہ

حدیث مبارکہ میں مومن کی جو علامات بیان کی گئی ہیں، ان میں ایک اہم علامت جسے خاص نگاہِ محبت سے سمجھنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ مومن سارا دن چاہے کسی دنیاوی کاروبار میں مگن رہے، اس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے۔ فجر کی نماز مسجد میں ادا کی اور حصولِ معاش کے لئے ہمہ تن مصروف ہو گیا، یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اور وہ ادائے نماز کے لئے مسجد میں چلا آیا۔ فرض کی بجا آوری کے بعد پھر اپنے بیوی بچوں کے لئے رزقِ حلال کمانے میں لگ گیا۔ اسی طرح عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کا وقت آیا تو وہ انہیں باجماعت ادا کرنے کی خاطر اوقاتِ مقررہ میں مسجد میں حاضری دیتا رہا۔ ان اوقات سے باہر وہ اپنے گھر میں بیوی بچوں اور دیگر امورِ دنیا میں مشغول رہا لیکن اس کا دل بدستور مسجد میں اٹکا رہا۔ گویا پنجابی کی ایک کہاوت ''ہتھ کار ول دل یار ول'' کے مصداق مومن جو حشر میں اللہ کے سایہ رحمت کا حقدار ہو گیا۔ گو سارا دن اس کا جسم مشاغلِ دنیا میں گزارتا ہے لیکن دل ہر لحظہ یادِ الٰہی میں بسر کرتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں مومن کی شان بیان کی گئی ہے۔

المومن فی المسجد کالسمک فی الماء، والمنافق فی المسجد کالطیر فی القفص۔

مومن مسجد میں اس طرح ہے جس طرح پانی میں مچھلی اور منافق مسجد میں اس طرح جس طرح پرندہ پنجرے میں۔

(کشف الخفا، ۲: ۳۸۸)

یہ نکتہ محبت اس وقت تک سمجھ میں نہیں آ سکتا، جب تک وہ لذت و حلاوت اور کیف و سرور کا نشہ، جو عبادت میں مضمر ہے اور جو ہزار دنیاوی نشوں پر حاوی ہے، اسے میسر نہیں آتا۔ یہ نشہ

نہ ہوتو لاکھ نمازیں پڑھتے رہو،ٹکریں مارنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ مسجد میں دل اٹکنے والی بات جو حدیث پاک میں مذکور ہے، اسی نشے کی طرف اشارہ کرتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن فی الحقیقت وہ ہے کہ جس کا دل مسجد سے باہر رہ کر بھی بظاہر مکروہاتِ دنیا میں گرفتار ہونے کے باوجود اللہ کی یاد میں لذت و کیف پاتا ہے۔ مرتے دم تک مومن اسی تصور میں لذت و تسکین دل و جاں حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ محشر بپا ہو جاتا ہے اور مولا اپنے بندے سے کہتا ہے کہ ! آج تجھے وہ قرب عطا کرتا ہوں، جس کے لئے دنیا میں تیرا جسم گو مسجد سے باہر ہوتا تھا لیکن تیرا دل مسجد میں لگا رہتا تھا جو میرے قرب اور میری یاد کا مرکز و محور تھی۔ آج اس قرب کے نتیجے میں اپنا سایۂ رحمت عطا کرتا ہوں۔

سایہ اصل میں کسی کے قریب تر ہونے کے ہم معنی ہے۔ زیر سایہ ہونا یا سایہ دیوار میں کھڑا ہونا گویا اس قرب کے مترادف ہے، جو مل جائے تو سب دوریاں مٹ جاتی ہیں اور بندے کو وہ لذت نصیب ہو جاتی ہے کہ جس کے مقابلے میں دنیا و مافیہا کی ہر چیز ہیچ ہے۔ بقول علامہ اقبال:

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

نشہ سرور رفتہ کی بازیابی

آپ کی زندگی میں ایسے واقعات اور لمحات ضرور آئے ہوں گے، جنہیں آپ گاہے بگاہے تنہائی میں دہرانا پسند کرتے ہیں۔ کسی واقعے کو بیتے ہوئے سالہا سال گزر گئے، لیکن اس کی یاد خوشی و مسرت کے اعتبار سے آج بھی زندگی پر حاوی دکھائی دیتی ہے۔ جب بھی اس بیتے ہوئے لمحے کی یاد آتی ہے، دل میں ایک کیف و سرور سا امڈ آتا ہے اور بے اختیار اس کی طرف پلٹنے

کو طبیعت چاہتی ہے۔ یہ زندگی کا دستور ہے کہ ایک بار جو کیف و سرور ملتا ہے، اس کو بار بار حاصل کرنے کو دل چاہتا ہے، اور دل پیہم اس لمحہ رفتہ میں اٹکا رہتا ہے۔ شب بیداری کی محافل بھی اپنے دامن میں وہ لمحات کیف و سرور اور مستی رکھتی ہیں۔ جب اہل اللہ کی صحبت کی وجہ سے جلوت میں خلوت مل جاتی ہے اور پھر جب بھی تھوڑی سی فرصت میسر آتی ہے، دھیان اسی ماحول کی طرف چلا جاتا ہے، جس کی سرشاری قلب و باطن کو اسی لذت سے آشنا کر دیتی ہے۔

یاد رہے کہ دل کا یادِ الٰہی میں محو رہنے کا تصور جب فروغ پاتا ہے تو اس وقت تک سیری نہیں ہوتی جب تک پچھلی لذت سے زیادہ نہ ملے۔ اگر لذت اتنی ہی رہے جتنی کہ پچھلی صحبت میں تھی تو طبیعت بوجھل ہونے لگتی ہے، جس کو دور کرنے کے لئے اللہ کے نیکوکار اور پرہیزگار بندے استغفار کرتے ہیں، جو انہیں بلندیوں اور رفعتوں سے ہمکنار کر دیتی ہے۔

نشۂ عمل کی کیفیات

اوپر والے بیان سے یہ نکتہ واضح ہو رہا ہے کہ نیکی کی خاصیت یہ ہے کہ ہر آنے والا لمحہ گزرے ہوئے لمحے سے لذت و کیف آفرینی میں بڑھ جاتا ہے۔ کم و بیش گناہ کی خاصیت بھی یہی ہے۔

اس نکتے کو قرآن حکیم میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ O — ہر شخص اپنے اعمال کی پاداش میں گرفتار ہے۔

(الطور، ۵۲:۲۱)

یہ آیت اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے ایک مخصوص مفہوم ادا کر رہی ہے، لیکن اجمالی طور پر اس آیہ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص نیکی و بدی جس چیز کو کماتا ہے، اپنے اس عمل کی پاداش میں گرفتار ہے۔ مطالب و معارف کے اعتبار سے قرآن حکیم نے انتہائی جامع اور مختصر الفاظ

میں بڑے پتے کی بات کہہ دی ہے کہ ہر کوئی خواہ نیک عمل کرے یا بد اپنے اس دائرے میں اسیر ہو کر رہ گیا ہے۔ اب اگر وہ نیکی کرے گا تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں ایک لذت پنہاں ہوگی جب تک اگلے لمحے کی جانے والی نیکی لذت میں بھی بتدریج لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کا مرتکب سرتاپا اسی کے نشے میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جس کی وضاحت حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہو جاتی ہے:۔

''وہ شخص گھاٹے میں رہ گیا جس کے اگلے اور پچھلے دو دن برابر گزرے''۔

حضور ﷺ کے اس فرمان کو معیار بنا کر اگر ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں تو حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ یکسانیت کا شکار ہونے کی وجہ سے ہماری زندگیاں کس قدر گھاٹے اور خسارے میں کٹ رہی ہیں۔ ہم نے پچھلی کسی مجلس میں قربِ الٰہی کا جو مزہ پایا تھا اور جو حال، کیف ولذت کا ہمیں نصیب ہوا تھا، اپنی کمیت کے اعتبار سے ویسا ہی ہے۔ اس سے مزید آگے نہیں بڑھا تو ارشادِ مصطفوی ﷺ کی روشنی میں ہماری زندگی سراسر گھاٹے میں نظر آئے گی اور نفع تو وہ کمائے گا، جس کی آج کی کمائی کل کی کمائی سے بڑھے گی، لیکن ہمارا تو یہ حال ہے کہ اکثر اوقات بعد میں آنے والا وقت پہلے سے بھی بے سرور و بے کیف ہوتا ہے، چہ جائیکہ ہر دن پہلے دن سے بہتر ہو۔

نشۂ عشقِ الٰہی

قرآن وحدیث کے فرمودات سے اب تک جو واضح ہوا اس کی توثیق وتائید عملی زندگی کے متعدد مشاہدات وتجربات سے ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر متعدد نشہ آور اشیاء میں سے اگر کوئی شخص افیون کا نشہ کرنے لگے۔ یوں تو سب نشے برے ہیں، لیکن افیون کا نشہ اپنی خاصیت کے اعتبار سے بہت ہی برا ہے۔ ہیروئن کا نشہ اس سے بھی آگے ہے۔ بات افیون کے نشے کی ہو رہی تھی کہ اگر کوئی شخص اس کا عادی ہو جائے تو پہلی بار وہ رتی بھر افیون سے آغاز کرے گا لیکن کچھ دیر

بعد اسے ایک رتی افیون سے نشہ نہیں آئے گا اور کچھ مقدار بڑھانا پڑے گی۔ یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ ایک رتی افیون کی مقدار اس شخص کے جسم اور وجود کا حصہ بن گئی۔ اب جب تک مقدار اس سے آگے نہیں بڑھے گی نشہ نہیں آئے گا۔ ایک وقت آئے گا کہ افیون کی مقدار اسے ایک ماشے سے بڑھا کر ایک تولہ کرنا پڑے گی۔ تب اس پر نشہ کی کیفیت طاری ہوگی یعنی ایک رتی سے شروع کر کے افیون کی مقدار پچاس یا سو گناہ بڑھی تو اسے اتنا نشہ میسر آیا جتنا پہلے دن ایک رتی کھانے سے ملا تھا۔

اس مثال کو ذہن میں رکھ کر متذکرہ بالا آیہ کریمہ کے مفہوم پر غور کریں تو یہ نکتہ آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ ہر شخص اپنے اختیار کردہ نشے میں اس طرح گرفتار ہے کہ وہ اس سے باہر نکل ہی نہیں سکتا۔

نشۂ عشق کی ارتقائی کیفیات

اوپر بیان کردہ تمثیل کی رو سے عشق الٰہی کے وہ بادہ خوار جو روحانی نشے کا ایک دفعہ مزہ چکھ لیتے ہیں اور انہیں مجلس ذکر میں جو کیفیت نصیب ہو جاتی ہے اگر وہ اسے مسلسل آئندہ بھی نصیب نہ ہو تو وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے ہیں۔ اب وہ اس نشے میں گرفتار ہو گئے جس سے "بما کسب رھین" کے ارشاد ربانی کے مطابق باہر نکلنا ان کے بس میں نہیں۔ اب جان جاتی ہے تو چلی جائے، لیکن جیتے جی یہ نشہ ان کے سر سے نہیں اتر سکتا۔ خانہ ساز افیون کے نشے کے ماہر خم کدہ روحانیت میں تیار کردہ نشہ جو پہلی بار مجلس ذکر و فکر میں نصیب ہوتا ہے اور اس کی مقدار بڑھتی جائے تو دل و جان کو قرار آتا ہے ورنہ طبیعت بے چین اور مضطرب رہتی ہے۔

دنیاوی نشوں اور عشق الٰہی کے نشے کا تقابل

جب دنیاوی نشوں کی یہ تاثیر ہے کہ انہیں بڑھائے بغیر نشہ ہی نہیں رہتا تو ان حرام

نشوں کے مقابلے میں عشق الٰہی کے نشے کا کیا عالم ہوگا؟ افیون کے نشے کا عادی نشہ کے بغیر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے اور پھڑ کنے لگتا ہے۔ اس کی زبان باہر نکل آتی ہے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے ابھی اس کی جان نکل جائے گی۔ وہ مطلوبہ کیف حاصل کرنے کے لئے افیون کی سابقہ مقدار بڑھاتا جاتا ہے، لیکن ایک وقت آتا ہے کہ اس بھاری مقدار سے بھی اسے نشہ نہیں ملتا، پھر وہ سنکھیا جو ایک طاقتور زہر ہے کھانے پر اتر آتا ہے۔ پھر وہ سنکھیے کا نشہ لینے لگتا ہے، جو عام آدمی کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے اس کے اندر ایک اضطراب اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اس کی مقدار بڑھاتا جاتا ہے، یہاں تک وہ سنکھیا بھی اس کے لئے کارآمد نہیں رہتا۔

جب ایسے نشے کے گرفتاروں کے لئے سنکھیے اور کچلے کے زہر بھی کام نہیں دیتے تو پھر بعض اپنے آپ کو سانپ سے ڈسواتے ہیں، لیکن ان کے اندر زہر اس حد تک سرایت کر چکا ہوتا ہے کہ سانپ کا زہر بھی کوئی اثر نہیں کرتا۔ اس حالت میں چونکہ مزید نشہ بڑھانا ممکن نہیں رہتا لہٰذا انہیں استحکام نہیں ملتا اور نشے کی حالت برقرار نہیں رہتی۔

مدعا یہ کہ اگر بدی کا نشہ بڑھتا ہے تو اپنے گرفتار کو اس طرح لپیٹ میں لے لیتا ہے کہ وہ اس سے باہر نہیں نکل سکتا، بلکہ دن بدن اضافہ ایک فطری عمل بن جاتا ہے تو جو نیکی کی راہ پر چلنے والا عشق الٰہی کے نشے میں اسیر ہوتا ہے، جب تک وہ نیکی کی مقدار نہ بڑھائے تو اس کا وہ پہلا نشہ بھی برقرار نہیں رہے گا اور اس پر ایک انقباض کی سی کیفیت طاری ہو جائے گی جسے دور کرنے کے لئے اسے لامحالہ قرب الٰہی کی منزل حاصل کرنے کے لئے نیکیوں میں بتدریج اضافے کرنے ہوں گے، اور ایسے طریقے اختیار کرنے ہوں گے کہ عشق کا نشہ بڑھتا چلا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صلحاء و اولیاء اپنے معمولات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی لا الٰہ کا ذکر کرتے ہیں تو پھر نفی کو چھوڑ کر الا اللہ یعنی اثبات کو اپناتے ہیں۔ پھر اس میں الا کو چھوڑ کر اللہ اور پھر ھو کو لاتے ہیں۔ اس طرح ان کے احوال بدلتے رہتے ہیں اور ان کی تغیر پذیر حالت کو ارتقاء و ترقی اور استحکام نصیب ہوتا ہے۔

جس طرح میٹھے پانیوں میں رہنے والی مچھلی کڑوے پانی میں اور کڑوے پانی کی مچھلی میٹھے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی اور مر جاتی ہے، بعینہ انسان کی روح اگر بدی اور گناہ کے ماحول میں پروان چڑھے گی تو اس کا نفس اسے اسی راہ کی طرف راغب کرتا رہے گا اور پھر انجام کار وہ اسے اس حد تک گناہ کی انتہاء اور اس کی نافرمانی تک لے جائے گا کہ اس کے لئے باہر نکلنے کا راستہ دشوار ہو جائے گا۔ اس کے دل میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ اب میری زندگی کا انحصار گناہ پر ہے اور اگر میرا طرز زندگی بدل گیا، احوال بدل گئے تو شاید میں زندہ نہ رہ سکوں۔ اسے اسی میں لذت و اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس بے خبر کو یہ نہیں پتہ کہ اللہ نے اپنی ریاضت و عبادت، محبت و اطاعت اور ذکر و فکر میں ایسی خاصیت رکھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی گناہ کی انتہاء کو پہنچا ہو اس راہ کو چھوڑ کر ذکر کی حلاوت اور نشہ عشق الٰہی کی لذت سے آشنا ہو جائے اور توفیقِ الٰہی سے بادہ معرفت الٰہی کے جام لنڈھانے لگے تو پچھلے سارے نشے کافور ہو جاتے ہیں اور اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ جس طرح میٹھے پانی کی مچھلی کڑوے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس کی روح نیکی کے ماحول سے بدی کے ماحول میں جا کر ایک لحہ بھی زندہ نہیں رہتی۔ دنیاوی نشوں میں مبتلا تو یہ سوچتا ہے کہ اگر یہ نشہ نہ رہا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ اس کے برعکس نشہ عشق الٰہی کا رِند بادہ مست سارے پچھلے نشے بھول جاتا ہے اور جوں جوں اس کا نشہ بڑھتا ہے وہ نہ صرف زندہ رہتا ہے بلکہ اسے اطمینانِ قلب کی وہ دولتِ گراں بہا نصیب ہو جاتی ہے، جس کے بارے میں قرآنِ حکیم نے بڑے واشگاف لفظوں میں ارشاد فرمایا:

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ ۝ سن لو! اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ (الرعد، ۱۳:۲۸)

یہاں اندازِ تخاطب ملاحظہ ہو کہ انسان کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ وہ سارے مغالطے ختم کر دے اور تمام نشے چھوڑ کر ایک ہی نشے کو اختیار کرے کہ اسی پر اس کی زندگی کے قلبی اطمینان کا

دارومدار ہے۔ جب تک وہ اسی رستے پر نہیں آئے گا، وہ اپنے حال پر لاکھ مطمئن رہے اور گناہ آلودہ زندگی میں مگن اور خوش رہے، اسے اطمینانِ قلب کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ **دوسرے مقام** پر سہل نگار لوگوں کے بارے میں جو حقیقت حال سے بے خبر اپنی بدمستیوں پر خوش ہیں ان کے بارے میں قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ○ — ہر فرقہ اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ (الروم، ۳۲:۳۰)

ایسے عاقبت نا اندیش لوگوں کی ذہنی اور نفسیاتی کیفیت قرآن مجید ایک جگہ ان لفظوں میں بیان کرتا ہے۔

زُيِّنَ لَهُمْ سُوْءُ أَعْمَالِهِمْ۔ — ان کیلئے ان کے برے اعمال خوشنما بنا دیئے گئے ہیں۔ (التوبہ، ۳۷:۹)

جب انسان بداعمالیوں کی خودساختہ راہ پر چل پڑتا ہے تو اس کے بداعمال بھی اسے اچھے دکھائی دیتے ہیں اور وہ اس راستے کو اچھا سمجھ کر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

حرمتِ شراب کے تدریجی حکم کی حکمت

اس سے پہلے عرب معاشرے میں شراب کا رواج عام تھا۔ پینے پلانے پر کوئی قانونی اور اخلاقی پابندی نہ تھی۔ اہل عرب کی بہت بڑی اکثریت شراب کی اتنی رسیا تھی کہ ان سے یک لخت اس علت کا چھڑانا حکمت و تدبر کے منافی تھا، اسی لئے اسلام نے آتے ہی یہ حکم صادر نہیں کر دیا کہ آج سے شراب مطلقاً ممنوع قرار دی جاتی ہے، بلکہ اس نشے کو اس وقت تک حرام قرار نہیں دیا گیا، جب تک بتدریج انہیں ایک بڑے نشے سے آشنا نہیں کرایا گیا۔ یہی وجہ تھی

کہ جب شراب کے مکمل امتناع کا حکم آیا تو صحابہؓ میں کسی پر وہ رعشہ اور تشنج والی کیفیت طاری نہ ہوئی، جو عام شرابیوں پر یک لخت نشہ چھوڑنے کی صورت میں ہوتی ہے۔ مطلقاً بندش شراب کے حکم سے پہلے صحابہ کرام ﷺ کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار کرنے کی خاطر یوں ارشاد فرمایا گیا:

لا تقربُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنتُم سُکٰرىٰ۔	جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ۔
(النساء،۴:۴۳)	

نشہ چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ برسوں کے سگریٹ پینے والے عادی سگریٹ چھوڑنے کا عہد کرتے ہیں، لیکن سوائے چند کے اکثر عہد کو توڑ دیتے ہیں۔ شراب چھوڑنا تو اس سے بھی مشکل ہے۔ صحابہؓ بھی گوشت پوست کے انسان تھے۔ یک لخت شراب حرام کرنے سے انہیں حالت شراب میں نماز کے قریب جانے سے روکا گیا تو نشہ کے خوگر افراد کے لئے یہ ایک انتہائی آزمائش کا لمحہ تھا، لیکن نماز میں ذکر الٰہی کا نشہ اتنا طاقتور تھا کہ اس نے انہیں شراب سے متنفر کر دیا، یہاں تک کہ اس شراب سے دھت معاشرے میں یہ قرآنی حکم نازل ہوا۔

اِنَّما الخَمرُ وَالمَیسِرُ وَ الاَنصَابُ وَالاَزلامُ رِجسٌ مِّن عَمَلِ الشَّیطٰنِ فَاجتَنِبُوہُ۔	بے شک شراب اور جوا اور (عبادت کیلئے) نصب کئے گئے بت اور (قسمت معلوم کرنے کیلئے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں سو تم ان سے پرہیز کرو۔
(المائدہ،۵:۹۰)	

جس دن شراب حرام ہونے کا حکم آیا، شراب کے مٹکے گھروں میں بھرے ہوئے رکھے تھے، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس معاشرے میں شراب پانی کی طرح پی جاتی ہو اور ہر چھوٹا بڑا شراب کا عادی ہو اس کی افراط کا کیا عالم ہوگا۔

یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امتناع شراب کے حکم سے پہلے وہاں آج کی

طرح ترک شراب کے مرکز اور ہسپتال قائم کیے گئے اور نشہ چھڑانے کے لئے کوئی تنظیم عمل میں نہیں آئی تھی! بلکہ ان لوگوں کو بتدریج اس قدر نفرت دلا دی گئی کہ وہ خود بخود اس کو برا سمجھنے لگے اور حضور اکرم ﷺ کی زبان سے حکم الٰہی سنتے ہی شراب کے مٹکے گلیوں میں انڈیل دیئے۔ مدینے کے گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہا دی گئی، برتن توڑ دیئے گئے اور شراب کا سب کاروبار یک لخت ٹھپ کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟

حرمت شراب کا قرآنی حکم نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ نے واضح طور پر ایک بنیادی کلیہ ارشاد فرمایا کہ:

کل مسکر خمر و کل خمر حرام ہر نشہ والی چیز شراب ہے اور شراب حرام ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۵۱، رقم حدیث: ۳۳۹۰، کتاب الاشربہ)

مراد یہ کہ ہر نشہ آور چیز خواہ وہ کسی صورت میں ہو حرام ہے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے فرمان سے سرتابی کی کسے مجال تھی۔ جس صحابی نے جہاں سنا، شراب کو ایسے چھوڑ دیا جیسے کبھی اسے منہ لگایا ہی نہ ہو۔

اتنا بڑا انقلاب اس لئے ممکن ہوا کہ صحابہ کے دلوں میں ایمان کے بعد خدا اور رسول کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر گئی تھی اور انہیں عشقِ الٰہی اور عشق مصطفی ﷺ کی صورت میں شراب کے نشے کا ایک نعم البدل مل گیا اور اب وہ ایک ایسے لازوال ابدی نشے میں گرفتار ہو گئے جسے کوئی ترشی نہیں اتار سکتی تھی۔

قدح خوارِ مئے الفت کی رہائی کیسی؟

صحابہ کو عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ کا ایسا نشہ چڑھا کہ وہ سرتاپا اس کے اسیر ہو کر رہ

گئے۔ان گرفتارانِ محبت کو اب اسیری سے کیسے رہائی مل سکتی تھی؟ان میں سے بعض عبادت الٰہی کے نشے سے ایسے مخمور ہو جاتے تھے کہ تن بدن کا ہوش بھی نہ رہتا تھا۔آغازِ اسلام میں صحابہؓ کے ساتھ جو مصائب و آلام وابستہ رہے،اس کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہؓ کی کیفیت پر غور کیا جائے تو نشے کی اس کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محبتِ الٰہی کے نشے میں ایسے غرق ہیں کہ جسم پر زخم لگے ہیں لیکن کوئی ہوش نہیں۔محبوب حقیقی کی نماز میں ایسے محو ہیں کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔بعض حضور ﷺ کے حسن و جمال اور پیاری پیاری زلفوں کے ایسے اسیر ہوئے کہ اپنا تو سب کچھ بھول ہی گئے تھے۔نماز کا ہوش بھی جاتا رہا۔ایسے مستوں کے لئے ہی کسی نے کیا خوب کہا تھا:

کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

یہاں ایک واقعہ کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے ایک مرید تھے جن کا نام عبدالعلی تھا۔کہنے والے کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں وہ قرآن مجید ایسی دلنشیں لے اور سوز سے پڑھتے تھے کہ دریا کی روانی رک جاتی اور اس کی تلاطم خیز موجیں تھم جاتیں،جنگلوں میں ہوتے تو پرندے فضاؤں سے اتر کر ان کی قرأت سننے جمع ہو جاتے۔اس بات کی تصدیق بہت سے لوگوں نے کی ہے اور راقم سے خود انہوں نے بھی ایک ملاقات میں اس کا ذکر کیا تھا۔قاری صاحب بڑے اللہ والے صاحبِ حال بزرگ تھے۔حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے وصال کے بعد ایک دفعہ گولڑہ شریف آئے،حضرت کے صاحبزادے حضرت غلام محی الدین المعروف بابو جیؒ جو سجادہ نشین بھی تھے قاری عبدالعلی سے تقاضا کرنے لگے کہ آج آپ سے قرآن سننے کو جی چاہتا ہے۔وہ اس زمانے میں قرأت چھوڑ چکے تھے۔نماز مغرب کا وقت تھا،حضرت غلام محی الدینؒ نے اصرار کر کے انہیں مصلے پر لا کھڑا کیا کہ آج امامت آپ کروائیں۔قاری صاحب بادل نخواستہ امامت کرانے لگے۔ابھی پہلی یا دوسری رکعت تھی کہ دورانِ تلاوت قاری صاحب خاموش ہو گئے۔مقتدی حیران ہوئے کہ کیا ماجرا ہوا؟کیا قاری صاحب قرآن مجید بھول گئے ہیں؟بعض نے لقمہ بھی دیا۔تھوڑی

دیر چپ رہنے کے بعد قاری صاحب نے نیم دیوانگی کے عالم میں یہ پنجابی ماہیا پڑھتے ہوئے مصلیٰ چھوڑ دیا:

کوئی	ساویاں	جھودھریاں
مکھڑا	دکھاؤ	ڈھولن
اکھاں	ڈاڈھیاں	اودھریاں

اسے جنون اور دیوانگی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ ایسا جنون جس نے محبوب کے سوا سب کچھ بھلا دیا، لیکن یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب عشق کی شدت اس انتہاء کو پہنچ جائے کہ انسان خود فراموشی میں اپنے آپ کو اس حالتِ نماز میں نماز کے تصور کو بھی بھول جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کے کئی واقعات اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔

نشۂ عشقِ مصطفوی ﷺ میں صحابہؓ کرام کی وارفتگی

آقائے دو جہاں ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی محبت اس درجے کو پہنچ چکی تھی کہ آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار کے بغیر وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے، وصال سے پہلے علالت میں شدت کی وجہ سے جب آپ گھر سے باہر نہ نکلے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور ﷺ کے مصلے پر امامت کرا رہے تھے کہ اچانک حجرہ مبارک کی طرف سے پردہ کھسکنے کی آواز آئی۔ امام سمیت مقتدی اپنی نماز بھول کر اس جانب متوجہ ہو گئے، جدھر آقا اپنے غلاموں کو محوِ نماز دیکھنے کے لئے حجرے سے باہر تشریف لائے تھے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ کے مطابق صحابہؓ کی یہ کیفیت ہوئی کہ انہیں اپنا خیال تو درکنار نماز بھی بھول گئی اور فرطِ شوق سے چہرہ مصطفیٰ ﷺ تکنے لگے، جس پر تبسم کھل رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے قرآن کھلا ہو:

كان وجهه ورقة مصحف ثم تبسم۔	پس آپ ﷺ مسکرائے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ایسے لگ رہا تھا جیسے قرآن

(صحیح بخاری ۱:۹۳-۹۴، رقم الحدیث: ۶۴۸، کتاب الاذان)

کے صفحات کھلے ہوئے ہوں۔

صحابہ کے عمل سے یہ ظاہر ہوا کہ نشۂ عشق مصطفوی ﷺ ان کے دل و دماغ پر اس قدر حاوی تھا کہ وہ آپ کے رخِ انور کے دیدار کو نماز پر ترجیح دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے عقیدے کی ترجمانی شاعر نے اپنے الفاظ میں یوں کی ہے:

نمازیں جو قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

ان کا عشق اس قدر پختہ تھا کہ ان کا شوق ہی ان کی نمازوں کا امام بن گیا تھا، جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

شوق تیرا گر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

حضرت خواجہ اویس قرنیؓ کا نشۂ عشق

حضور ﷺ کے اس عاشق زار خواجہ اویس قرنیؓ کے بارے میں صحابہؓ نے سن رکھا تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان کی زیارت کا شوق ہوا۔ ان اصحابؓ نے خود حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا تھا کہ قرن میں میرا عاشق اویسؓ رہتا ہے، جس کی دعا سے میری امت کے لاکھوں لوگوں کی بخشش ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے قرن سے آئے ہوئے لوگوں سے حضرت اویسؓ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت اویسؓ کے بارے میں وہ بیچارے کیا جانتے کہ وہ تو آبادیوں سے دور جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے انہیں حضرت اویسؓ کی علامات بتائیں تو وہ

کہنے لگے کہ ہاں وہ تو ایک مست دیوانہ ہے، جو ہنسنے پہ آئے تو ہنستا رہتا ہے اور رونے لگے تو روتا ہی رہتا ہے۔ قرن کے جنگلوں میں بکریاں چرانا اس کا مشغلہ ہے۔ گلیوں میں دیوانہ وار پھرتا ہے تو بچے اسے پتھر مارتے ہیں۔

چنانچہ جب حضرت فاروق اعظمؓ اور حیدر کرارؓ اسی دیوانے کی تلاش میں قرن پہنچے اور حضرت اویسؒ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ان کا کسی بات میں بھی دل نہیں لگتا تھا اور وہ ہر بات کو گھما کر حضورﷺ کی طرف لے جاتے۔ اچانک حضرت اویسؒ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مہمان حضورﷺ کے انتہائی مقرب صحابی ہیں، ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضورﷺ کو دیکھا ہے؟ عجیب سوال تھا۔ وہ جن کی زندگیاں نبی کریمﷺ کی غلامی میں گزری تھیں ان سے پوچھا جا رہا تھا کہ کیا انہوں نے جمال محبوب کو دیکھا تھا۔ یہ دیکھنا اویسؒ کی اپنی نظر کا دیکھنا تھا۔ انہوں نے جب اثبات میں جواب دیا تو اویسؒ کہنے لگے کہ نہیں! تم نے جو کچھ دیکھا وہ تو میرے محبوب کا سایہ تھا۔ ان کی حقیقت تو کچھ اور ہے۔

پس جن کو یادِ الٰہی اور عشق مصطفیٰﷺ کا نشہ چڑھ گیا ان کے لئے تو شراب کا نشہ کوئی نشہ ہی نہ رہا۔ ان کا اپنے آقاﷺ سے وہ تعلق استوار ہو گیا کہ ان کی نمازیں آقا کی اقتداء میں ہی ادا ہوتی تھیں۔ مسجد میں نماز باجماعت کی اہمیت اپنی جگہ لیکن انہیں عشق مصطفیٰﷺ کا وہ سبق سکھا دیا گیا تھا کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔